ماسی جاتو

اس نے آکر سلام کیا اور سر جھکا کر زمین پر ہی بیٹھ گئی۔ امی جان نے کہا آپ زمین پر کیوں بیٹھ گئی ہیں اٹھیں چارپائی پر بیٹھیں یا پھر پیڑھی پر بیٹھ جائیں۔ میں نے ایک پیڑھی اس کی طرف کھسکا دی تو وہ متشکر نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے اس پر بیٹھ گئی امی جان نے پوچھا آپ کون ہیں اور کہاں سے آئی ہیں میں آپ کیلئے کیا کر سکتی ہوں ؟؟؟ کہیے

تو وہ بولی میرا نام جاتو ہے میری تین بیٹیاں ہیں اور شوہر کو فالج ہو گیا ہے اب پیٹ کا ایندھن تو شوہر سے لے کر بچوں تک سب کو چاہیے میں اور کچھ تو کر نہیں سکتی اسی لئے بیگم عباسی کے گھر گئی تھی کہ مجھے کپڑے دھونے کا کام دے دیں گھر میں فاقے چل رہے ہیں مریض شوہر کو علاج معالجہ کی ضرورت ہے ڈاکٹر کی فیس دینے کی میری حیثیت نہیں ہے دوائی میں خرید نہیں سکتی اگر چند گھروں سے کپڑے دھونے کا کام مل جائے گا تو پیٹ کا دوزخ بھرنے کا کچھ نہ کچھ حیلہ وسیلہ بن جائے گا۔ لیکن بیگم عباسی نے آپ کے گھر بھیج دیا ہے۔ اب اگر آپ نے بھی کام کروانے سے انکار کر دیا تو میرے بچے بھوکے مر جائیں گے للّٰہ انکار نہ کرنا اس نے لجاجت سے استدعا کی۔

امی جان نے پوچھا کہ تم کس حساب سے کپڑے دھونے کا کام کرو گی اس نے بتایا کہ میرے شوہر کی دیکھ بھال کے لئے گھر پر اور کوئی نہیں ہے بیٹیاں بھی ابھی چھوٹی چھوٹی ہیں اس لئے میں انہیں بھی اکیلے نہیں چھوڑ سکتی اگر آپ مہربانی کر کے کپڑے صابن لیکو نیل کے علاوہ لکڑیوں کے لئے بھی پیسے دے دیا کریں گی تو میں کپڑے اپنے گھر لے جا کر دھو کر سکھا کر لے آیا کروں گی

چھوٹے بچوں کے کپڑے اتنے میں بڑوں کے کپڑے اتنے میں اور رضائی بستر یا پردے وغیرہ اتنے میں دھویا کروں گی لکڑیوں کے لئے پیسے ضرور دینا تاکہ گرم پانی سے کپڑے جلدی دھل کر صاف ہو جائیں اس طرح میں اپنے گھر میں رہ کر شوہر کی دیکھ بھال بھی کر سکوں گی اور مجھے بچوں کی بھی فکر پریشانی نہ ہوگی اور میں برادری میں بھی سرنگوں ہونے سے بچ جاؤں گی رشتے دار اگر کسی کو اٹھنی چونی دے بھی دیں تو اس سے گھرداری نہیں چل سکتی اور ساری عمر طعنے بھی سننے پڑتے ہیں اپنا کما کر گھر کا نظام چلاؤں گی کل کلاں کو بچیاں بڑی ہوں گی تو ان کی شادی بیاہ کا قرض بھی ادا کرنا

2

ہوگا۔ اب تو مجھے ہی کما کر سب کچھ کرنا ہوگا۔ امی جان نے اسے کچھ رقم دے دی اور کہا کہ اس وقت گھر کی ضرورت کی چیزیں خرید لو اور چھوٹے بھائی کو کہا ماسی کے ساتھ جا کر ڈاکٹر رضوی کو کہہ دے کہ ماسی کے شوہر کو دیکھ کر دوائی وغیرہ کا بل ہمیں بھیج دے اور اچھی طرح جو بھی ممکن ہو علاج کرے۔ امی نے ماسی جانو کو آٹا دال چاول بھی دیئے اور کہا کہ تم بالکل پریشان نہ ہونا انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا اور تم کل کو آ کر کپڑے لے جانا اور دھو کر لے آیا کرنا۔

یہ معاملہ طے ہوگیا تو ماسی جانو کی جان میں جان آگئی وہ بیچاری واقعی بہت پریشان تھی امی کی دی ہوئی رقم اور آٹا چاول دال لے کر وہ دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی تو امی دیر تک ماسی جانو کی پریشانی پر پریشان ہوتی رہیں۔ کہ اللہ کی بے نیازی پر قربان جاؤں ابھی وہ عورت بمشکل تیس بتیس سال کی ہوگی اس عمر میں ہی شوہر مفلوج ہو کر چارپائی سے لگ گیا ہے تین تین بیٹیوں کا ساتھ ہے اب گھر باہر کی ساری ذمے داریاں تو اس کے ہی سر آپڑی ہیں بیچاری ماسی جانو۔۔۔ اگلا دن ماسی آ کر کپڑے لے گئی اور بتایا کہ ڈاکٹر رضوی کو گھر لے جا کر اپنے شوہر کے لئے دوائیاں لے لی ہیں وہ آپ کو بل بھیج دے گا اور اس نے کہا ہے کہ میں اپنی فیس آپ سے نہیں لوں گا۔ ڈاکٹر رضوی نے کہا ہے کہ اگر آپ ثواب کمانے کی خاطر دوائیاں لے کر دے رہے ہیں تو ڈاکٹر ثواب کی خاطر اپنی فیس نہیں لے گا۔ ماسی کتنی دیر تک دعائیں دیتی رہی۔

امی جان نے کہا اگر تمہاری بچیاں سکول جانے کی عمر میں ہیں تو انہیں سکول داخل کرادو تعلیمی اخراجات کی فکر نہ کرنا ہم سنبھال لیں گے۔ چند دنوں بعد ماسی نے بڑی لڑکی کو سکول داخل کرا دیا اب ماسی نے دھونے والے کپڑے نہ بھی لینے ہوں وہ اکثر امی جان کے پاس چکر لگا جاتی گھر میں جو مٹھائی فروٹ وغیرہ آتا امی اس کو بھی دیتیں کہ گھر جا کر سب گھر والے مل بانٹ کر کھا لو۔ یوں ماسی 40 چالیس سال تک کپڑے دھوتے اور ہر سال رضائیاں بھروا کر اگلے سال کی سردیوں کے لئے پیٹیوں میں یا ایمانداری کے کام میں کام کی زیادتی ہو جانے پر ہر ایک کام پوری ایمانداری اور محنت سے کرنے میں پیش پیش رہا کرتی تھی اس کا شوہر بارہ سال تک چارپائی پر مفلوج پڑا رہ کر وفات پا گیا تھا۔ جب بڑی

لڑکی نے میٹرک کرلیا تو امی جان نے کہا تم کہیں رشتہ دیکھکر اپنی لڑکی کی بات پکی کرلو ہم شادی کا خرچہ اور جہیز وغیرہ کا مسئلہ حل کرلیں گے۔ جلد ہی اس لڑکی کا رشتہ طے ہوگیا تو امی جان نے لڑکی کو اجوڑے کپڑے ایک زیور کا سیٹ دو رضائیاں بیڈ شیٹ تکیے پیرات پتیلے دیگچیاں لوٹا وغیرہ قسم کے پکے برتن لے کر دیئے اور ماسی کو کہہ دیا کہ کھانے کے خرچہ کا حساب لگا کر بتا دو ماسی نے جو اخراجات کا تخمینہ لگا کر دیا امی نے پھر بھی کھلے ہاتھ سے رقم دے دی کہ اور بھی جو رسم و رواج ہوں بخوبی نمٹا لے۔ میں نے جائے نماز قرآن پاک اور تسبیح تحفہ دیا بیگم عباسی نے لڑکے کے کپڑے جوتے لے دیئے تھے۔ یوں ابھی ماہ مکمل ختم نہ ہوا تھا کہ لڑکی میکے آبیٹھی۔ اور طلاق کی بات چل پڑی۔ جب امی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اور لڑکی طلاق کیوں چاہتی ہے؟ تو ماسی بیچاری رو دی اور وجہ یہ بتائی کہ لڑکا نہ صرف یہ کہ ڈاکو ہے بلکہ وہ بدمعاش لوطی فعل بد بھی کرتا ہے اب مشکل یہ تھی کہ ماسی بیوہ اور غریب تھی اور اس نجس شیطان سے ٹکر نہیں لے سکتی تھی پھر بھی جیسے تیسے بہت بھاگ دوڑ سفارشیں اور نجانے کیسے کیسے جتن کر کے بمشکل طلاق حاصل کی گئی۔

اس کے بعد اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا گیا۔ جب ماسی کی دوسری لڑکی نے میٹرک کرلیا اور پھر اپنے شوق کی تکمیل کے لئے نرسنگ کی ٹریننگ کرلی اور نوکری کر کے کچھ رقم جمع بھی کرلی رشتہ طے ہوا تو امی جان نے اس لڑکی کو بھی اتنا ہی جہیز بنا کر دیا جو کچھ کہ بڑی لڑکی کو دیا تھا تاکہ بچی کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ میری بڑی بہن کو اتنا دیا تھا امی جان نے ماسی سے کہا کہ تمہاری بیٹیاں بھی میری بیٹیوں جیسی ہیں۔ جب اللہ پاک نے ہمیں اتنی فراغت بخشی ہے ہمیں اتنا غنی کیا ہے تو ہم کیوں تنگ دلی کا اظہار کریں۔ جیتی رہی تو تمہاری دوسری بیٹیوں پر بھی اتنا ہی خرچ کروں گی جتنا بڑی لڑکی پر خرچ کیا ہے۔

دوسری لڑکی کا رشتہ آیا ماسی نے ہاں کر کے لڑکی کی شادی جلدی کر دی۔ وہ لڑکا اکثر کئی کئی دن بعد گھر آتا مگر جب گھر آتا تو بہت سارے سامان سے لدا ہوا آتا گھر میں کسی چیز کی کمی نہ رہی

ٹیلی ویژن فریج فریزر وی سی آر گھڑیاں کیمرے استری گھریلو
استعمال کی چیزیں وہ لاتا ہی رہتا تھا - ماسی اور اس کی لڑکی خوش
تھیں کہ لڑکا بگاڑو نہیں ہے بلکہ گھر کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے
ویسے وہ ہمیشہ کرائے کے مکان میں ہی رہتا تھا اور اکثر اپنا گھر
اور علاقہ بدلتا رہتا تھا اگر کوئی پوچھتا کہ کہاں کام کرتا ہے
یا کیا کام کرتا ہے تو وہ لڑکا بات کا ٹھیک سے جواب نہ دیتا تھا
یا پھر موضوعِ گفتگو بدل لیتا وہ چرب زبان اور مزاحیہ کردار
رکھتا تھا ہوتے ہوتے دو سال گزر گئے گھر میں ٹیلی ویژن ٹیپ ریکارڈر
گھڑیاں استریاں کیمرے حتی کہ فریج اور فریزر کولر وغیرہ گھریلو
ضروریات وافر ہو گئی تھیں جو کہ ماسی کی بیٹی اپنی بہنوں کو بھی
بڑی فراخ دلی سے تقسیم کرتی رہتی اور کافی سامان تو ڈبوں
میں بند کا بند بھی امانت کے طور پر رکھا تھا ہر گھر میں
فالتو سامان پڑا تھا سب رشتے دار اس لڑکے سے خوش تھے کہ
کتنی اچھی طبیعت کا مالک ہے اس کا دل کتنا بڑا ہے کتنا کچھ
دوسروں کو بانٹتا رہتا ہے مگر کبھی احسان نہیں جتاتا
داماد ہو تو ایسا - اللہ ہر کسی کو ایسا داماد دے -
ماسی اور اس کی بیٹی کو صرف ایک ہی بات ناپسند تھی اور
وہ یہ کہ لڑکا اپنا گھر نہیں بناتا اس کو اس علاقے میں گھر کرایہ
پر لے کر رہتے ہوئے ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ اچانک پولیس نے
چھاپہ مار کر گھر کا سارا سامان قبضے میں کر لیا اور ماسی کے داماد
کو ہتھکڑی لگا کر لے جانے لگے تو اس نے جاتے جاتے پکار کر اپنی روتی
بلکتی بیوی سے کہا کہ تم نہیں جانتیں مگر حقیقت یہ ہے کہ میں ایک بہت
بڑا مجرم ہوں اور میرے جرائم کی فہرست بہت لمبی ہے اب تک تو میں
بڑے بڑے جرائم کر کے بچتا رہا ہوں مگر اب جب پکڑا گیا ہوں تو مجھے
لمبی جیل ہو گی نجانے کب لوٹ سکوں یا شائد کبھی بھی نہ لوٹ سکوں
میں نے کتنے ہی قتل بھی کئے ہیں اس لئے شائد پھانسی کی سزا ہو جائے اس
لئے میں تمہاری زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا کیونکہ مجھے تم سے سچ مچ
محبت ہو گئی تھی اس لئے میں تمہیں طلاق دیتا ہوں تم میرا انتظار
کرنے کے بجائے کسی اچھے انسان سے شادی کر لیتا اور اگر ہو سکے تو
مجھے معاف کر دیتا - وہ کہتا رہا اور پولیس اسے کھینچتے گھسیٹتے ہوئے

ہتھکڑیوں سمیت پاؤں میں بیڑیاں ڈالے فحش گالیوں سے نوازتے ہوئے لے گئے۔ یوں ماسی جانو کی دوسری بیٹی پھر سے ماسی کی دہلیز پر آ بیٹھی امی کی مدد سے پھر سے اس کی دوسری شادی کر دی گئی تو شکر ہے دوسرا شوہر نیک انسان ہے اور ماسی کی بیٹی اپنے گھر میں خوش خوش وقت گزار رہی ہے شوہر جو کچھ کماتا ہے اس میں گزر بسر ہو رہی ہے۔ جب میں پاکستان گئی تو میرے والدین کو واصلِ حق ہوئے تین سال بیت چکے تھے گھر کا انتظام درہم برہم ہو چکا تھا وہ گھر جو جنت کی بہاروں کا امیں تھا وہ ایک مظلومیت کی تصویر بنا ہوا تھا در و دیوار پر یاسیت طاری تھی میرا رواں رواں فریاد کر رہا تھا مگر بظاہر پر سکون رہی جب افسوس کرنے کے لئے آنے والوں میں ماسی نہ ملی تو میں نے پتہ کروایا کہ اب ماسی کا کیا حال احوال ہے خبر ملتے ہی ماسی مجھے ملنے آئی تو وہ اب ایک ٹانگ سے مفلوج ہو چکی تھی ماسی نے بتایا کہ تینوں بیٹیوں کی ذمہ داری سے تو میری امی جان نے مدد کر کے یا احسن فارغ کر دیا تھا مگر اب ماسی کی وہ نواسی جو اس کی دوسری بیٹی کے پہلے شوہر سے ہے وہ ماسی کی ذمہ داری بن چکی ہے جب کہ اب ماسی بوڑھی کمزور اور فالج کے حملے سے متاثر ٹانگ لے کر کمائی نہیں کر سکتی جب تک امی جان حیات تھیں ماسی کا پورا خیال رکھا مگر اب ماسی کو تو زندگی ناقابلِ برداشت بوجھ لگتی ہے پھر بھی اس نواسی کے ہاتھ پیلے کرنے تک زندگی کی گاڑی گھسیٹنی پڑے گی۔ کیونکہ جب ماسی نے اپنی لڑکی کی دوسری شادی طے کی تھی تو دوسرے شوہر نے صاف کہہ دیا تھا کہ میں پہلے شوہر کی لڑکی کو اپنی ذمہ داری نہیں بناؤں گا۔ بچی کی نانی اسے اپنے پاس رکھے اور سنبھالے۔ اب ماسی کے لئے اس لڑکی کے لئے محنت مزدوری کر کے کمانا اور اس کی شادی بیاہ کی ذمہ داری سے نمٹنا بہت بڑا مسئلہ تھا کیونکہ امی جان تو ماسی کو صدقہ زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ کے علاوہ بھی کافی دے دیا کرتی تھیں کیونکہ ماسی اس کی مستحق تھی اسی وجہ سے ماسی کا وقت بے فکری سے ٹھیک ٹھاک گزر رہا تھا مگر امی جان کے وصال کے بعد ماسی کی حالت پتلی ہو چکی تھی اور ماسی کی پریشانیوں میں اضافہ ہو گیا تھا اس پر ماسی

بیچاری کی ڈھلتی عمر اور کمبخت فالج کے ہلکے سے حملے نے رہی سہی
کسر پوری کر دی تھی اب ماسی کپڑے دھونے کا کام تو کجا اور
بھی کچھ کرنے کی ہمت خود میں نہیں پاتی تھی اس کی صحت
واقعی گرتی جا رہی تھی حقیقت میں یہ ماسی کے آرام کرنے
کے دن تھے میں نے ماسی کو کہا کہ اپنا پتہ لکھ کر مجھے دے دو
اور بے فکر ہو جاؤ میں کچھ نہ کچھ ضرور کر دیا کروں گی
انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔
چند سالوں تک زکوٰۃ صدقہ خیرات فطرانہ یا روزے رکھنے
رکھوانے کے لئے رقم روانہ کی۔ ماسی نے بچی کا اکاؤنٹ
کھلوا کر مجھے بتا دیا تھا ماسی کا کہنا تھا کہ اگر اکاؤنٹ
میرے نام کا ہوا اور میں نہ رہی تو بچی کیا کرے گی اس کا
اپنا پیسہ ہوگا تو اس کی اپنی ضروریات اور شادی بیاہ
میں کام آئے گا کوئی اور حق نہ جتا سکے گا اس لئے
میں نے بھی ماسی کے فیصلے کو مقدم جانا یوں چند
سالوں بعد ماسی نے اس بچی کو بیاہ دیا اور اپنے
فرائض سے فارغ ہو کر اپنے کندھوں سے ذمے داریوں
کا سارا بوجھ اتار کر ماسی اپنے مالک حقیقی کے پاس
چلی گئی انا للہ وانا الیہ راجعون
ماسی بیچاری نے ساری عمر کپڑے دھوئے محنت مزدوری کی
اپنی بچیوں کے لئے زندگی وقف کر دی ان لڑکیوں کی خاطر
ہر موسم میں ہر حال میں اسباب حیات مہیا کرتی رہی
اپنے ماحول میں اپنے رشتے داروں میں اپنی اور لڑکیوں
کی عزت نفس کو مجروح نہیں ہونے دیا اور بڑے ہی
باوقار طریقے سے اپنے تمام فرائض سے سبکدوش ہوتی
رہی کبھی اپنے دامن کو میلا نہیں ہونے دیا وہ اپنے اللہ پاک
اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمسار نہیں
ہونے پائی اپنے شوہر کی وفادار رہ کر داعی اجل کو لبیک کہا
کتنی عظیم تھی ماسی جانو

چھوٹی سی میری جیت

یاداسی کرتا پاجامہ پہنے وہ واقعی چودھویں کا چاند لگ رہا تھا
شازیہ نے پرغرور انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ مگر اسے پہلے سے ہی
اپنی طرف پرشوق نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پاکر گھبرا سی گئی
اور شرما کر نظریں جھکالیں طاہر اس کی گھبراہٹ دیکھ کر مسکرا دیا۔
بھابھی عفت نے کیک پر مومی شمعیں جلادی تھیں اور شازیہ نے
ایک ہی پھونک سے ساری شمعیں بجھا کر کیک کاٹا اور پھر تمام
کمرہ تالیوں کے شور سے گونج اٹھا

فروٹ چاٹ سموسے شامی کباب پکوڑے رس ملائی تلی ہوئی مچھلی
اور املی کی چٹنی وغیرہ وغیرہ ڈھیر ساری ہی چیزیں چائے کے
ساتھ تھیں سب نے خوب چٹخارے لے لے کر کھایا پیا اور خوب خوب
تعریفیں کیں۔ شازی پکاتی بھی تو کتنی مزیدار تھی کہ کھاؤ تو کھاتے
ہی جاؤ یعنی کھانے والا انگلیاں چاٹتا رہ جائے پیٹ بھر بھی جائے مگر
نیت نہ بھرے۔ چائے کے بعد بیت بازی ہوئی تب بھی شازی اپنی حاضر
دماغی کے باعث سب پر حاوی رہی کوئی بھی تو اتنے برجستہ اشعار
نہ کہہ پایا جب بیت بازی کا دور ختم ہو گیا تو بھابی رفعت نے
شازیہ سے کچھ ترنم میں سنانے کی فرمائش کر ڈالی بس پھر کیا تھا
سب ہی شازی کے سر ہو گئے تم ہی میرِ مجلس ہو اینڈ کرو تب شازیہ
کو یہ غزل سناتے ہی بنی اور اس کی مترنم آواز فضا میں بکھری۔

چاندنی راتوں میں جس دم یاد آجاتے ہو تم
روشنی بنکر میری آنکھوں پہ چھا جاتے ہو تم
شکریہ اس مہربانی کا تمہاری شکریہ
جب خیالوں میں بلاتی ہوں تو آجاتے ہو تم

غزل سناتی ہوئی یہ سانولی سلونی شازی طاہر کو ہمیشہ سے بھی زیادہ
اچھی لگی شازی جو مشرقی حسن کا شاہکار تھی چہرے پر کنوارپن
کی معصومیت اور حیا سے بوجھل آنکھیں اپنے اندر زمانے بھر کی کشش رکھتی
تھیں طاہر شازیہ کا ماموں زاد اس کا منگیتر اس کا اپنا طاہر جس کے پیار
میں وہ دن رات کھوئی رہتی تھی وہ ہی طاہر آج بہت خوش تھا۔ آج
اس کی شازی کسی اور ہی دنیا سے آئی مخلوق لگ رہی تھی اور طاہر کو
محسوس ہو رہا تھا کہ شازی نے جو غزل سنائی ہے اس کا ایک ایک بول

میرے اور صرف میرے لئے ہے۔ غزل مکمل ہوتے ہی ہال تالیوں سے گونج اٹھا
تب طاہر کو پتہ چلا کہ غزل ختم ہو چکی ہے۔ اور وہ سنبھل کر بیٹھ گیا
اب باری طاہر کی تھی سب جانتے تھے کہ طاہر بہت اچھا گاتے ہیں اس
لئے سب کا پرزور مطالبہ تھا کہ اب طاہر ضرور کچھ سنائے مگر وہ قابو
میں نہیں آ رہا تھا۔ شازی جان گئی کہ طاہر اس سے کہلوانا چاہتا ہے
شازی کی رگ شرارت پھڑکی اور وہ چہکی اتنی کلف کیوں لگ جا
رہی ہے کچھ سنا دیجئے ناں
طاہر فرمائش کے اس انداز پر حقیقت سے ہو کر رہ گئے۔ پھر بولے
سوری میڈم ہمیں معلوم نہ تھا کہ جناب ہم سے کچھ سننے کے لئے
بیقرار ہیں اب پتہ چلا ہے تو پھر ضرور کچھ نہ کچھ گوش گزار
کرے گا تو معزز حاضرین کرام با ادب با ملاحظہ ہوشیار! ماہدولت
تشریف لا رہے ہیں۔
اب زیادہ ایکٹنگ نہ کرو بھابھی عفت نے ہنستے ہوئے پیار سے ڈانٹا
تو وہ اپنی بیاض نکال کر اپنی رسیلی آواز کا جادو جگانے لگا

مجھے تجھ سے عشق نہیں نہیں
مگر اے حسینۂ نازنیں
تو ہو مجھ سے دور اگر کبھی
تجھے ڈھونڈتی ہو نظر کبھی
تو جگر میں اٹھتا ہے درد سا
میرا رنگ رہتا ہے زرد سا
تو اگر ہو مجمع عام میں
کسی کھیل میں کسی کام میں
تو میں چھپ کے دور ہی دور سے
تجھے دیکھتا ہوں غرور سے
مگر اے حسینۂ نازنیں
مجھے تجھ سے عشق نہیں نہیں

جب وہ غزل ختم کر چکے تو سب نے دل کھول کر داد دی کیونکہ طاہر کی
آواز بھی تو ان کی شخصیت کی طرح غضب کی تھی یوں بھی وہ جانِ
محفل بن کر سب کے دلوں کو لوٹنے کا فن خوب اچھی طرح جانتے تھے اسی لئے

تو مشکل ہوتے ہی انہوں نے شازی کے دل میں اتنی جگہ بنالی تھی کہ وہ سوتے جاگتے ان ہی کے سپنے دیکھا کرتی تھی۔ اس وقت رات کی رانی کی بھینی بھینی خوشبو پھیل چکی تھی جب مہمانوں نے رخصت چاہی تو سب سے آخر میں طاہر اٹھے اور جاتے جاتے ایک بھاری پارسل شازیہ کے ہاتھوں میں تھما دیا شازی جو ابھی تک طاہر کی آواز کے جادو میں کھوئی ہوئی تھی شکریہ بھی نہ کہہ سکی

اچانک ہارن کی آواز پر نظر اٹھا کر دیکھا طاہر الوداعی سلام کے طور پر ہاتھ ہلا رہے تھے۔ شازی نے بھی جواب میں ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہا اور ان کا دیا ہوا پارسل لئے اندر آگئی ضرور میری پسند کی کتب ہوں گی اس نے سوچا اور جلدی جلدی پارسل کھولنے لگی بال جبریل ارمغان حجاز اوہ تھینکیو طاہر بنڈل آف تھینکس طاہر آج تو واقعی تم نے عقلمندی سے کام لیا ہے وہ خوشی سے خود کلامی کئے جا رہی تھی۔

ہاں ہاں شادی سے پہلے ہی عقل کے ناخن لے گا تبھی تو ہماری بہنا جیسی باشعور لڑکی سے نبھے گی ورنہ تو خوانخواستہ جوتیوں میں دال بٹا کرے گی بھابھی عفت نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ریمارکس دیئے اور شازی جھینپ سی گئی۔ در اصل نامور شعراء ادباء کی تخلیقات شازیہ کی سب سے بڑی کمزوری تھی اسی لئے تو اس نے ایف۔اے کے کورس سے بانگ درا اور بی۔اے کے کورس سے بال جبریل اپنے چھوٹے سے کتب خانے میں سنبھالی تھیں مگر برا ہو صوبیہ کا جو ایک بار لے کر گئی تو پھر واپس کرنا بھول ہی گئی کتنی ہی بار کہا بھی کہ میری کتاب لوٹا دو تمہاری بڑی مہربانی ہوگی مگر وہاں تو ایک خاموشی تھی سب کے جواب میں۔ اور آج جب وہ شازیہ کی سالگرہ کی پارٹی میں شرکت کے لئے آئی تھی تب بھی تو شازی نے یاد دلایا تھا۔ در اصل یاد کیا دلایا تھا اچھی خاصی ڈانٹ پلائی تھی۔ تب وہ ڈھیٹ لڑکی پوری بتیسی نکال کر بڑی ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے بولی تھی کہ سچ بتاؤں میرے چھوٹے بھائی نے نہ صرف تمہاری کتاب کی جلد اکھاڑ دی تھی بلکہ اس پر اپنی سیاہی کی دوات بھی الٹ کر ایک گلستان کھلا دیا تھا جس کی وجہ سے تمہاری کتاب کسی طور کتاب کہلانے کی پوزیشن میں نہیں رہی تھی میں نے تو اسی روز فاتحہ کہہ لی تھی تم اب فاتحہ کہو انا للہ وانا الیہ راجعون تب ہی شازیہ نے اپنے دل میں خود سے عہد کر لیا کہ آئندہ زندگی بھر کبھی بھی مروت میں آکر اپنی پسندیدہ کتاب کسی سگے کو بھی نہ دوں گی۔ توبہ

میری توبہ کہتے ہوئے اس نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے گویا وہ تجدیدِ عہد کر رہی ہو۔ مگر طاہر کا دیا ہوا پارسل کھولتے ہی شازی کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا نہ صرف بالِ جبریل بلکہ ارمغانِ حجاز بھی مل گئی ہے اگلے دن صبح صبح ناشتے سے فارغ ہوتے ہی وہ اپنے چھوٹے سے کتب خانے میں جٹ گئی ایک ایک کتاب نکال کر جھاڑ پونچھ کر پھر سے سلیقے سے لگائی اس کے بعد اپنے کمرے کی صفائی سے فارغ ہو کر غسل خانے میں جا گھسی شازیہ یوں تو اچھا بھلا گا لیتی تھی مگر اس میں یہ خرابی تھی کہ نہاتے میں منہ پر صابن ملتے یا پانی ڈالتے میں بھی بے تکی اڑاتی۔ آج بھی حسبِ عادت نہاتے میں شازی کو گانے کا دورہ پڑ چکا تھا۔

باہر امی بڑبڑا رہی تھیں۔ نجانے اس بھتنی کو کب عقل آئے گی کتنی ہی بار سمجھایا ہے کہ شریف گھرانوں کی بہو بیٹیاں یوں گلا پھاڑتی اچھی نہیں لگتیں۔ مگر میری یہاں سنتا کون ہے ہر کوئی تو لاٹ صاحب بنا ہوا ہے میں کون ہوں جو کسی کو کچھ کہہ لوں؟؟؟؟ باپ نے ایسا بگاڑ رکھا ہے۔
ادھر بھابھی اپنی ہنسی دبائے شازی کے غسل خانے سے باہر نکلنے کی منتظر تھیں خدا خدا کر کے پورے ایک گھنٹے بعد شازی تولیے سے بال جھاڑتی باہر آئی تو بھابھی نے آڑے ہاتھوں لیا کہ اِدھر امی غصے میں بڑبڑاتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی ہیں اُدھر چند مہینوں میں بیاہ کر سسرال جاؤ گی تو وہاں پر باتھ روم سنگر بھابھی کو نندیں تو نندیں وہ شیطان کی آنت واصف ناکوں چنے چبوائے گا۔ واصف آفت کا پرکالا جس کی رگ رگ میں شیطان سمایا رہتا ہے جب تمہاری نقلیں اتارا کرے گا تو پھر جھگڑا کرنا۔ بھابھی کہے جا رہی تھی اور شازی سوچ رہی تھی کہ بعد کی بات تو بعد میں دیکھی جائے گی مگر اس وقت امی کو کیسے منایا جائے۔ امی میری جان ہیں وہ جو میری کل کائنات ہیں۔ شازیہ کے والد محکمہ صحت میں ایگزیکٹو آفیسر کے عہدے پر فائز تھے بنگلہ جیپ ملازم سب ہی کچھ گورنمنٹ نے دے رکھا تھا مگر جب سے شازی ایم۔اے سے فارغ ہوئی تھی خانساماں کو کچن میں گھسنے نہیں دیتی تھی یوں بھاگ بھاگ کر سب کام خود اپنے ہاتھ سے کرتی کہ دیکھنے والے سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ یہ لڑکی تو اتنے بڑے آفیسر کی چہیتی بیٹی اور آجکل کے زمانے کی تعلیم یافتہ اور مغرور گریجویٹ تو لگتی ہی نہیں کتنی سادگی اور کسر نفسی ہے اس کے مزاج میں۔
وہ جب یونیورسٹی جاتی تھی تب بھی گھر لوٹتے ہی گھر داری میں لگ جاتی تھی

واقعی وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کی طرح لاپرواہ بالکل بھی نہ تھی مگر وہ اپنی تعلیم سے فراغت کے بعد ہر وقت ہی گھریلو کام کاج میں مصروف نظر آتی ملازموں کو شازی بی بی نے لیس نام کے لئے رکھے رہنے دیا تھا کام کے تو پاس کبھی نہ بھٹکنے دیتی تھی۔ کبھی پائنچے اٹھائے فرش دھو رہی ہے تو کبھی کپڑے دھو کر اپنے ہاتھوں استری کر کے ٹھکانے رکھے بنا تو اسے چین ہی نہیں آتا تھا وہ ہر روز ایک نئی ڈش اپنے ابو کے لئے بناتی اور جب تک ابو کھا نہ لیں کیا مجال جو کوئی دوسرا ہاتھ بھی لگا سکے کبھی کبھار ابو طاہر کو بھی کھانے پر بلا لیتے اور اس دن طاہر شازیہ کو بہت ستاتا تھا۔ کیونکہ طاہر اچھے بھلے کھانے میں کوئی نہ کوئی نقص ڈھونڈ لیتا اور شازیہ تلملا جاتی : دیکھیں ناں ابو سے کھانا اچھا بھلا پکا ہے ہے ناں ابو؟ مگر ابو غیر جانبدار رہنے اختیار سے مطالعے میں مصروف ہو جاتے تھے۔

طاہر کو اور بھی موقع مل جاتا اور وہ خوامخواہ ہی شازی کو ستانے کے لئے کہتا۔ ارے بابا اگر کھانا جل گیا ہے یا نمک زیادہ پڑ گیا ہے تو اپنی غلطی مان لینا چاہیئے اس میں غصہ کرنے کی کیا بات ہے؟۔

اور یوں ہی ان دونوں کی نوک جھونک چلتی رہتی اور جب کبھی امی آس پاس موجود ہوتیں وہ بھی شازی کو ہی کہتیں ہاں بیٹی ذرا ہلکے ہاتھ نمک ڈالا کرو اگر کم ہوگا تو اور پڑ جائے گا اب اگر پہلے ہی مٹھیاں بھر بھر نمک ڈال دو گی تو سالن کھاری نہ ہو جائے گا؟ طاہر کچھ اور پھیل کر بیٹھ جاتے جیسے کے اپنی فتح کے نشے میں چور ہوں اور شازی تلملاتی اندر ہی اندر کڑھنے لگتی۔ یونہی دن گزر رہے تھے دونوں گھرانوں میں شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں مگر ابھی تاریخ نہیں رکھی تھی۔ کہ ایک دن شازی میز پر کرسی رکھ کر چھت کا پنکھا صاف کر رہی تھی کہ اچانک گھبراہٹ ہوئی اور شازی چکرا کر دھڑام سے زمین پر آ رہی سارے گھر والے بھاگے بھاگے آئے اور پھر بدحواس ہو کر امی تو وہیں اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں بھابھی نے امی کو سنبھالا دیا اور چھوٹے بھائی نے جلدی جلدی گاڑی نکالی اور شازی کو گاڑی میں ڈال کر طاہر کی سرجری روانہ ہو گئیں وہ جانتی تھیں کہ یہ سرجری کا وقت نہیں ہے مگر یہ بھی یقین تھا کہ طاہر سرجری میں ہی ہو گا کیونکہ چند مہینوں سے طاہر دوپہر کو سرجری کے پچھلے کمرے میں ہی آرام کر لیا کرتا تھا اس کا کہنا تھا

کہ اتنی گرمی میں گھر جانے کو دل نہیں کرتا اس لئے سرجری میں تھوڑا آرام کر کے تازہ دم ہو لیا کروں گا۔

گاڑی پچھلے دروازے پر روک کر بھابھی رفعت جلدی سے اتریں تاکہ مدد کے لئے طاہر کو بلا لائیں کیونکہ شازیہ بیہوش ہو چکی تھیں ابھی بھابھی نے دروازے پر دستک دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اندر سے نرس کی تکرار اور بلند آواز میں غصے بھری آواز سنکر بھابھی نے ہاتھ روک لیا اور بھابھی نے سنا کہ نرس کہہ رہی تھی طاہر صاحب اب آپ کو مجھ سے شادی کرنا ہی ہوگی دو ماہ تو ہو چکے ہیں اگر زیادہ وقت گزر گیا تو میں کسی کو منہ دکھانے لائق نہ رہوں گی مگر یاد رکھنا ڈاکٹر طاہر میرے ساتھ تمہاری حقیقت بھی سب پر عیاں ہو جائے گی مجھے جلدی شادی تاریخ بتاؤ! مگر تم نے احتیاط کیوں نہیں کی میں نے تمہیں گولیاں باقاعدہ استعمال کے لئے دی تو تھیں۔ خیر اب بھی میں آپریشن کر دوں گا اب تم اپنی بک بک بند کر دو ڈاکٹر طاہر کی آواز میں غصہ بھرا ہوا تھا اور وہ نرس کو بری طرح ڈانٹ پلا رہے تھا۔

بھابھی اس سے زیادہ نہ سن سکی اس کا سر چکرا رہا تھا ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں وہ حواس باختہ سی بمشکل اپنے حواس قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بوجھل قدموں سے پلٹیں تھانے کیسے سی۔ ایم۔ ایچ۔ C.M.H. پہنچیں شازی کے بائیں بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور وہ بریگیڈیئر شوکت کے زیر علاج تھی۔ آج شازی کو ہوسپٹل ایڈمٹ ہوئے پورا ایک ہفتہ ہو چکا تھا جب طاہر کو پتہ چلا وہ بھاگا بھاگا دیکھنے کو آیا... مگر... یہ... کیا؟ امی ابو بھائی بھابھی سب کا ہی رویہ ایک دم توہین آمیز حد تک بدلا ہوا تھا۔ کیوں؟ شازی اور طاہر کچھ بھی نہ جان پائے اور پھر ابو جان نے صاف الفاظ میں کہہ دیا آج سے کبھی بھولے سے بھی میرے گھر کے کسی فرد سے ناطہ جوڑنے کی کوشش مت کرنا تم ہمارے لئے مر گئے ہو۔ ہمیں تم سے شدید نفرت ہو گئی ہے آج آئے ہو پھر کبھی شکل نہ دکھانا بلکہ اپنی خیر چاہتے ہو تو ابھی اسی وقت میری نظروں سے دور ہو جاؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ مگر انکل... میرا قصور... میری خطا بھی تو بتا دیں۔ طاہر کی بوکھلاہٹ قابل دید تھی وہ بدحواس ہو کر کھڑا پورا ہونق لگ

رہا تھا۔ خاموش بد کردار اور بدتر اپنی لایعنی بکواس نکل جا یہاں
سے ابھی اسی وقت دور ہو جا میری نظروں سے ورنہ ——
ابو جان نے بری طرح جھڑکا تو طاہر کو شبہ ہو گیا کہ میری شرافت
کا پول کھل چکا ہے۔ مگر کیسے؟ وہ یہ بات کبھی نہ جان سکا وہ اگر
پوچھتا بھی تو کس سے؟ سب نے ہی اس سے نفرت کا اظہار کر دیا تھا۔
یوں تو شازی کو پختہ یقین تھا کہ اس کے ابو کبھی بھی اور کسی پر بھی
بے بنیاد الزام نہیں لگاتے مگر اس معمے کو تو وہ آج تک حل نہیں
کر سکی کہ ابو جو طاہر کو اتنا چاہتے تھے وہ ایک دم سے کیوں اور کیسے
بدل گئے ہیں۔ امی اور بھائیوں نے بھی تو شازی کو تفصیل بتانے
کی ضرورت نہیں سمجھی تھی صرف اتنا ہی کہہ دیا کہ وہ گھٹیا شخص
ہے اور ہم اس سے رشتہ رکھنا اپنی توہین سمجھتے ہیں حقیقت یہ
ہے کہ وہ اب تمہارے جیسی نیک بچی کے قابل نہیں ہے اب تم بھی
اس کا خیال تھوک دو۔ پھر جلد ہی ابو نے رشتہ دیکھ کر شازی
کی شادی کر دی

شازی جو اب بیگم وقار بن چکی ہے اپنے چھوٹے سے بنگلے میں اپنے
پیارے پیارے بچوں کے ساتھ بڑی پرسکون زندگی گزار رہی ہے مگر
کبھی کبھی جب چاندنی راتوں میں بے وفا طاہر کا خیال اس کی پرسکون زندگی
میں ہلچل مچانے چلا آتا ہے تب وہ اپنی پرسوز آواز میں اختر شیرانی
کا یہ گیت

یہ تاروں بھری راتیں کیوں یاد دلاتی ہیں کچھ بھولی ہوئی باتیں

گاتے ہوئے شائد ان لمحات کو بھلانے کی ناکام کوشش کرتی رہتی ہے
جب کہ ایسی ہی تاروں بھری رات میں طاہر نے اس کا نرم نازک ہاتھ
اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام کر عہد وفا کیا تھا اور اسکی حیا سے جھکی
آنکھوں پر اپنے گرم ہونٹوں سے پہلا اور آخری بوسہ ثبت کرتے ہوئے
سدا ساتھ نبھانے کے وعدے کیے تھے اس وقت شازی تھر تھر کانپ
رہی تھی کتنی نروس ہو گئی تھی وہ شرم سے چھوئی موئی کی طرح سمٹتی
جا رہی تھی۔ اس وقت وہ خود میں اتنا حوصلہ نہ پا سکی کہ وہ طاہر
کو ڈانٹ ڈپٹ دیتی مگر اب جب بھی شازی کو وہ لمحات یاد آ جاتے ہیں
تو اسے اپنے ہاتھوں سے اپنے پپوٹوں سے گھن سی آنے لگتی ہے کیونکہ کبھی
ان ہاتھوں اور ان پپوٹوں کو اس کمینے بدخصلت شخص نے چھوا تھا
اور یہ پپوٹے جن پر اس کلی کلی منڈلا کر ہر کلی کی خوشبو چرا لے جانے
والے بھنورے نے اپنے پلید ہونٹ رکھے تھے۔ اور پھر وہ شدت ندامت

سے خود پر غصہ کرتی ہے اور احساسِ جرم و ندامت سے خود سے بھی
نفرت محسوس کرتی ہے شازی خود کو قصور وار گردانتی ہے وہ سوچتی
ہے آخر میں نے اسے اتنی جرأت کیوں دلائی کہ وہ میرے پاکیزہ وجود
پر اپنی میلی نظر ڈال سکے کبھی وہ سوچتی ہے ہمارے مذہب نے جو اصول
مرتب کر کے ہمیں بتلائے ہیں اگر ہم ان حدوں کو پار نہ کریں تو ایسے
مواقع پیدا ہو نہیں سکتے ۔ ہاں ہم خود ذمہ دار ہیں چونکہ جو بھی
گمراہ ہو کر اللہ کی حدود کو توڑتا ہے اسے ایڈوانس کہا جاتا ہے
اور ہم لوگ خود کو ایڈوانس کہلانے کے شوق میں غلط رسم و رواج
اور برے طور طریقے اپنا لیتے ہیں اور جب ٹھوکر کھا کر منہ کے بل
گرتے ہیں تو تقدیر کا شکوہ لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ بھلا مجھے کیا ضرورت
تھی اسے اتنا منہ لگانے کی ۔ یلاسے وہ میرا منگیتر اور ماموں زاد تھا وہ
تھا تو نامحرم ۔۔۔ شاید اسی لئے تو مائیں اپنی ناسمجھ بیٹیوں کو
روکتی ٹوکتی رہتی ہیں تاکہ کسی کے اندر چھپا بیٹھا شیطان بچیوں کو
کوئی نقصان نہ پہنچا سکے مگر ہم آجکل کی اولادیں اپنے بڑوں کی اپنے
بزرگوں کی بات پر کان نہیں دھرتے ان کو اولڈ فیشن کہکر ان کی نصیحتوں
کو ایک کان سے سنکر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں اپنے بڑوں کی
ہنسی اڑا کر ہم خود کو عقلمند سمجھتے ہیں۔
مگر جب کسی عیار کی کسی مکار کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر پھسل کر
گرتے ہیں تب سوچتے ہیں کہ ہم نے توڑ کیوں نہ دیئے وہ ہاتھ جو
ہمارے اجلے دامن کو داغدار کر گئے ۔ یہ سب سوچتے سوچتے
اس کا ضمیر پکار پکار کر کہہ رہا تھا حوّا کی معصوم بیٹیو ۔ بچو ان
ہوس کے پجاریوں سے۔ بچو سنبھلو خود کو سنبھالو۔ ایسا نہ ہو وقت
تمہارے ہاتھ سے نکل جائے تم پھسل کر یا ٹھوکر کھا کر زخمی وجود کو
لے کر تڑپتے رہ جاؤ یا زمانے کے لئے ایک تماشہ بنکر رہ جاؤ آج
شازی کے اندر کی عورت چیخ چیخ کر قوم و ملت کی الھڑ معصوم
دوشیزاؤں کو خبردار کر رہی تھی کہ اچانک نومی نے دبے دبے آ کر
اس کے کان پاس ریڈیو لگا دیا
شازی چونک کر اچھل پڑی نومی دل کھول کر قہقہے لگا رہا تھا
ڈرا دیا ناں؟ امی دیکھا آپ ڈر گئیں ناں؟ نومی کے بھولے بھالے
چہرے پر شرارت اور آنکھوں میں چمک آ گئی تھی

چھپتی ہے قلب و جاں میں ستاروں کی روشنی
اے چاند ڈوب جا کہ طبیعت اداس ہے

ریڈیو پر لگا یہ نغمہ ماحول کو پھر اداس کر رہا تھا کہ اتنے میں میجر وقار شازی کو پکارتے ڈھونڈتے ہوئے ادھر ہی چلے آئے اور مسکرا کر اپنی بیوی اور بچوں کی طرف بڑھے شازی اپنے شوہر اور پیارے بچوں کے ہمراہ ہنستی مسکراتی کلیوں اور بہاروں کی طرح کھلی جا رہی تھی

اسے بجا طور پر غرور کے ساتھ فخر بھی تھا اور وہ اللہ تعالیٰ مہربانی کی شکر گزار بھی تھی کہ اسے اتنا اچھا شوہر اور پیارے پیارے بچے دے دیئے اس کا اپنا اچھا سا گھر بھی دے دیا تھا شازی اپنے اللہ کی بہت شکر گزار رہتی کہ اس کو ایک جہنمی سے بچا کر ایک فرشتہ صفت معزز انسان کا ساتھ عطا کر دیا

شازی بہت خوش تھی کہ اس کی ایک پیاری سی چھوٹی

سی جنت میں خوشیوں کے پھول کھلتے ہیں

بہاریں مسکراتی ہیں اس کے دن عید ہیں اور راتیں شب برأت اسے اور کسی چیز کی تلاش ہے اور نہ ہی جستجو

ہر نعمت اس کے پاس ہے۔ اور کی خواہش نہیں ہے، اور وہ اپنی چھوٹی سی جنت میں خوشیوں کے جھولوں میں جھولتی ہے میجر وقار ایک آئیڈیل شوہر ہیں